INTERNATIONAL RESEARCH JOURNAL OF ARABIC AND ISLAMIC STUDIES

The International Research Journal of Arabic and Islamic Studies is an international, peer-reviewed, open access, academic journal. It is also the world's most widely read journal in the field of Arabic, Islamic and Middle Eastern Studies.

The main aim of the journal is to promote the study of history, language, literature and culture through the publication of research articles in the field of Arabic, Islamic and Middle Eastern Studies.

Chief Editor: **Dr. Lubna Farah**
ISSN P: **2789-4002**
ISSN E: **2789-4010**
Frequency: **Bi Annual**
Publisher: **Right Educational and Academic Learning**

Articles sent for publication in International Research Journal of Arabic and Islamic Studies go through an initial editorial screening followed by a double-blind peer review. The Editorial Board of the Journal is responsible for the selection of reviewers based on their expertise in the relevant field. All the papers will be reviewed by external reviewers (from outside the organization of journal).

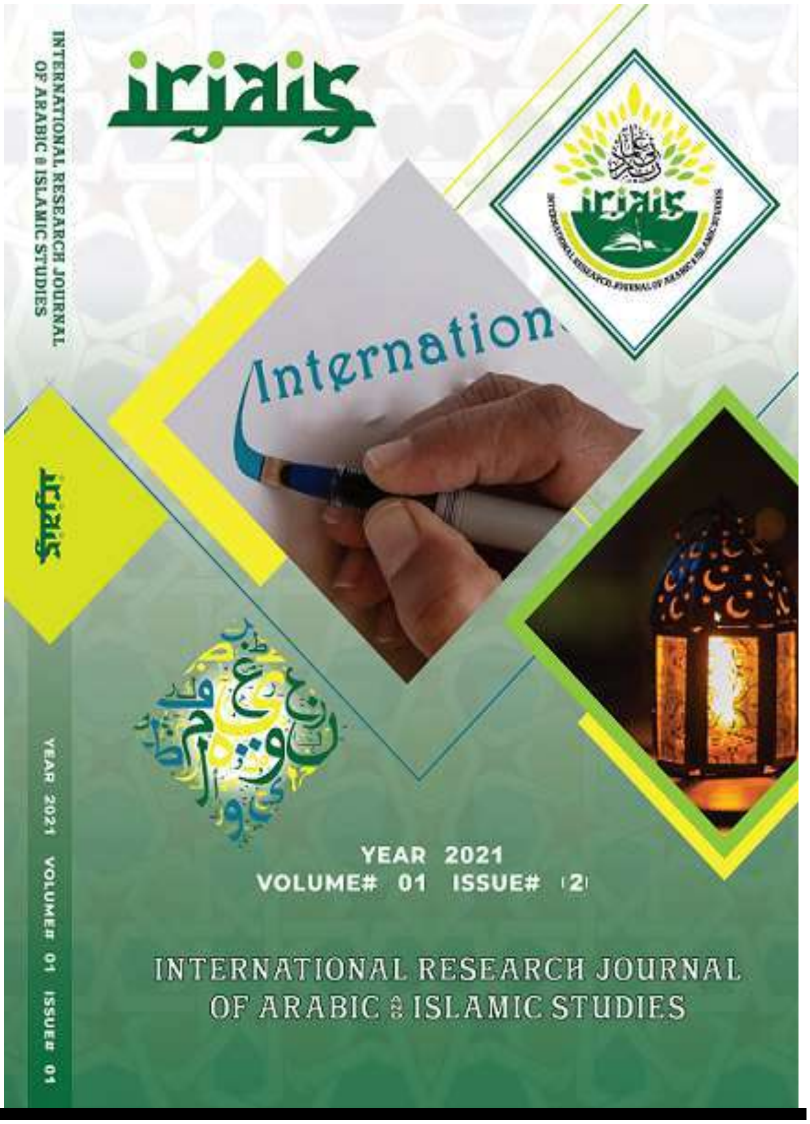

TOPIC

مغربی تہذیب کے بنیادی نظریات اور مسلم دینی وسیاسی فکر پر اس کے اثرات (عصر حاضر کے تناظر میں)

THE BASIC IDEAS OF WESTERN CIVILIZATION AND ITS EFFECTS ON MUSLIM RELIGIOUS AND POLITICAL THOUGHT (Contemporary Context)

AUTHORS

محمد اکرام الحق　　　پی ایچ ڈی سکالر یونیورسٹی آف لاہور' لاہور

ڈاکٹر ناصر علی خان اسسٹنٹ پروفیسر کامسیٹ اسلام آباد ایبٹ آباد کیمپس

HOW TO CITE

`, M. I. ul H., & Dr. Nasir Ali Khan. (2021). THE BASIC IDEAS OF WESTERN CIVILIZATION AND ITS EFFECTS ON MUSLIM RELIGIOUS AND POLITICAL THOUGHT: مغربی تہذیب کے بنیادی نظریات اور مسلم دینی و سیاسی فکر پر اس کے اثرات (عصر حاضرکے تناظر میں). International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, 1(2), 66–79. Retrieved from https://irjais.com/index.php/irjais/article/view/13

تہذیب کے بنیادی نظریات اور مسلم دینی وسیاسی فکر پر اس کے اثرات مغربی

(عصر حاضر کے تناظر میں)

THE BASIC IDEAS OF WESTERN CIVILIZATION AND ITS EFFECTS ON MUSLIM RELIGIOUS AND POLITICAL THOUGHT

(Contemporary Context)

محمد اکرام الحق پی ایچ ڈی سکالر یونیورسٹی
آف لاہور' لاہور

ڈاکٹر ناصر علی خان اسسٹنٹ پروفیسر کامسیٹ اسلام آباد ایبٹ آباد کیمپس

Abstract:

Western civilization has dominated the whole world and Muslim society seem to be influenced by it .This article discusses these basic ideas of western civilization that it made the man completely independent and religion was expelled from the collective life of man and all supernatural things were denied .From the point of view humanism lord was clearly denied and it was said the man is not a salve to any one ,if anyone is worthy of worship it is man himself .Although humanism completely removed religion from human life ,the sanctity of religion remained in the minds of the people for this the ideology of the secularism was introduced in which man was allowed to include religion in his individual life .Muslims have become so influenced by western civilization that they have forgotten these basic ideas .By following them Muslims are rulers of world up to a thousand years .This article described in detail the political of views of Muslims especially the significant changes that have taken place in the system of government.

Key words:West political thought secularism ,humanism ,civilization

تہذیب انسانی فکر کا ایسا نظام ہے، جو اس کے عقائد اور نظریات پر مشتمل ہے۔ جس سے شخصیت کی نشو ونما ہوتی ہے۔ فکر جتنی پاکیزہ ہو گی وہ معاشرے میں اُتنا ہی مہذب شخص تصور کیا جائے گا۔ کون سے افکار پاکیزہ اور درست ہیں۔ اِس بات کا فیصلہ کون کرے گا۔ انسان اس بارے میں تذبذب کا شکار رہا ہے۔ مذہب نے اس بارے میں صدیوں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں مذھب سے بیزاری کی تحریک کا آغاز مارٹن لوتھر کی قیادت میں یورپ سے ہوا، جس کے اثرات بہت ہی کم عرصے میں دنیا کے بڑے حصے میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ اس تحریک نے دنیا کے سامنے جو فکر پیش کی۔ اُس نے ایک تہذیب کو جنم دیا۔ جسے آج مغربی تہذیب کہا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کے بنیادی افکار کو سمجھنے کے لیے ان نظریات کو سمجھنا ضروری ہے۔ جن سے مغرب کا ورلڈ ویو واضح ہوتا ہے۔

ہیومونزم

ہیومنزم ایک ایسا تصور ہے جس کے مطابق تمام مافوق الفطرت موجودات (خدا، فرشتے، جنت، دوزخ) کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کائنات مادے اور انرجی کے باہمی تعامل سے وجود میں آئی۔ کوئی ایسی ہستی نہیں جسے اس کائنات کا خالق کہا جائے۔ انسان کسی کا عبد نہیں۔ اگر کوئی پرستش کے لائق ہے تو وہ انسان خود ہے۔

Huxley Julian بیان کرتے ہیں:

"ہیومنزم ایک ایسا نقطہ ٔ نظر ہے جو انسان کو اجتماعی اور ذاتی طور پر اپنے مستقبل کی خود تخلیق کرنے کی طاقت دیتا ہے۔" 1

ہیومنسٹ خدا کا صاف انکار کرتے ہیں اور صرف مادی تصورات کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان کی دنیاوی زندگی کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ اور زندگی کا مقصد لذت و منفعت حاصل کرنا ہے۔

سیکولرزم

سیکولرزم ایک ایسا نظام زندگی ہے جس میں مذہب سیاسی و معاشرتی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ لیکن ذاتی زندگی میں خدا کو ماننے کی اجازت ہے۔

سیکولرزم کے متعلق "انسائیکلوپیڈیا برٹینکا" میں یہ تشریح کی گئی ہے۔

"A Movement in Society directed away from other world lines to life on earth" 2

"معاشرے میں ایک ایسی تحریک جو دنیا کی دیگر خطوط سے ہٹ کر زندگی کی زمین کی طرف جاتی ہے"

1 Huxley, Julian. The Evolution of thought and knowledge. London: 1965, pp.99, 336.

2 The new encyclopedia Britannica, P.594.Vol.10, Chicago, 1943.

عقلیت پسندی(Rationalism)

یہ تحریک سترھویں صدی کے وسط سے شروع ہوئی اور اٹھارویں صدی کے وسط میں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں عقلیت پسندی کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

"Rationalism is a comprehensive expression applied to various theoretical and practical tendencies which aim to interpret the universe purely in terms of thought or which aim to regulate individual and social life in accordance with principles of reason and to climate as for a possible or to relegate to the background everything irrational."3

"عقلیت پسندی ایک جامع اظہار ہے جو مختلف نظریاتی اور عملی رجحانات پر لاگو ہوتا ہے جس کا مقصد خالصتاً سوچ کے لحاظ سے کائنات کی ترجمانی کرتا ہے یا جس کا مقصد انفرادی اور سماجی زندگی کو وجوہات کے اصولوں کے مطابق آب وہوا کو ممکنہ طور پر منظم کرنا ہے۔ پس منظر میں ہر چیز غیر معقول ہے۔"

یہ تحریک بھی مذہب مخالف تھی۔ لہٰذا تمام معاملات کا حل عقل کی روشنی میں حل کرنے کا فلسفہ پیش کیا گیا۔ اگرچہ عقلیت پسندی کی تحریک ایک صدی سے زیادہ نہ چل سکی۔ لیکن اس کے باوجود بھی مغربی معاشرے پر اس نے بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ کئی اور نظریات اور تحریکوں نے اس سے متاثر ہو کر سر اُٹھایا۔

تحریک تنویر:(Enlightnment)

اٹھارھویں صدی میں یہ تحریک بھی عقلیت پسندی سے متاثر ہو کر شروع ہوئی۔ اس کا نظریہ یہ ہے۔ عقل کے ذریعے سے انسان اور کائنات کی حقیقت کو سمجھا جاسکتاہے۔ ڈاکٹر جاوید انصاری تحریک سے متعلق فرماتے ہیں:

"تحریک تنویر اس بات کی داعی ہے کہ جس طرح عقل کو استعمال کرتے ہوئے ریاضی اور منطق کے مسائل حل کیے جاسکتے ہیں اسی طریقہ سے عقل کو استعمال کرکے مابعد الطبیعاتی اور حقیقت انسان وکائنات کے بارے میں مسائل بھی حل کیے جاسکتے ہیں۔"4

اس تحریک نے عیسائیت کے بہت سے عقائد کارد کر دیا۔ جس میں عشائے ربّانی اور اولین گناہ کا عقیدہ ہے۔

3 Encyclopedia of the social sciences, P.113, Vol.13 by: Edwin R.A. Pigman, Macmillan and Co. Ltd.

4 جاوید انصاری، ڈاکٹر، مغربی تہذیب، ایک معاصرانہ تجزیہ، ناشر شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور، ص:۴۸۔۴۹

تجربیت پسندی:(Empiricism)

یہ نظریہ مغرب کے فلسفہ علم کی بنیاد ہے۔اس کے مطابق حقیقی علم وہی ہے۔جو تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہو۔اور عقل کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

"Empiricism in philosophy an attitude expressed in a pair of doctorines (1) that all concepts are derived from the experience to which they are applied, and (2) that all knowledge of matters of fact is based on experience. According, all claims to knowledge of the world can be justified only by experience." 5

"فلسفہ میں تجربات ایک ایسا رویہ جو دو عقائد میں ظاہر ہوتا ہے (۱) کہ تمام تصورات تجربے سے اخذ کیے جاتے ہیں جس پر ان کا اطلاق ہوتا ہے (۲) اور یہ کہ حقیقت کے تمام معاملات کا علم تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔دنیا کے علم کے تمام دعوؤں کو صرف تجربے سے ہی جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔"

عقلیت پسندی کے رد عمل کے طور پر اٹھارویں صدی میں ایمپریسزم کے نظریہ نے جنم لیا۔بہر حال یہ دونوں نظریات وحی کے منکر تھے۔اس نظریے کے حامیوں نے کہا کہ تجربے کے بغیر عقل بے کار ہے۔

کیپٹل ازم:

اگرچہ بظاہر یہ ایک معاشی نظام ہے۔لیکن اصلاً یہ ایک فلسفہ زندگی اور نظام حیات ہے۔اس میں دنیاوی زندگی کی لذتوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ان کا حصول انسانی جدوجہد کا بنیادی مقصد ہے۔اس نظام کی بنیاد ایڈم سمتھ (۱۷۲۳ء۔۱۷۹۰ء) نے رکھی۔جو ایک برطانوی فلسفی تھا۔سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی قدر آزادی ہے۔انسان کسی الٰہی ضابطے کا پابند نہیں۔اور یہ آزادی مارکیٹ میں طلب کی جاتی ہے۔خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔اس کا فیصلہ انسان خود کرتا ہے۔سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں ہر چیز مارکیٹ بن جاتی ہے۔یہ ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جس میں آپسی تعلقات مفادات کے حصول کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔روحانی اور اخلاقی تصور کا کوئی وجود نہیں۔

مغربی ورلڈ ویو

یہ وہ افکار اور نظریات ہیں جن کی بنیاد پر مغربی ورلڈ ویو واضح ہوتا ہے۔ورلڈ ویو مغرب ہی کی اصطلاح ہے۔جس سے مراد تصور الٰہ۔تصور انسان اور تصور کائنات ہے۔

---

5 The new ency. Britannica, Vol4, P.480 Chicago, 1986.

تصور الہ:

مغربی تہذیب میں کسی مافوق الفطرت ہستی کا کوئی تصور موجود نہیں۔ لہٰذا انسان مختار مطلق ہے۔ وہ ضابطہ حیات خود تشکیل دے سکتا ہے۔ اس کے لیے اُسے کسی الٰہی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ ہیومنزم نے اسی نظریے کو فروغ دیا۔ کسی انسان کے لیے کیا اچھا اور کیا بُرا ہے۔ یہ انسان بہتر طریقے سے سمجھتا ہے۔

مغربی مفکر جیک گراسی خدا کے بارے میں ہیومنزم کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Humanist start from the priemis that there are not accessitele golds spirits or non material souls. There are no super natural beings to instruct or inform us Idealogical. That we can turn for comfort validation or support." 6

"انسانیت پر اٹمس سے شروع ہوتی ہے کہ سونے کی روحیں یا غیر مادی روحیں نہیں ہیں، ہمیں ہدایت دینے یا مطلع کرنے کے لیے کوئی قدرتی مخلوق نہیں ہے۔ نظریاتی کہ ہم سکون کی توثیق یا مدد کے لیے رجوع کر سکتے ہیں۔"

اس کے علاوہ نٹشے کہتا ہے کہ ہمارا خدا مر چکا ہے۔ ہم اسے دوبارہ زندہ نہیں ہونے دیں گے۔

تصور انسان:

ہیومنزم کی رُو سے انسان آزاد اور خود مختار ہے۔ کوئی دوسرا اس کی آزادی میں خلل نہیں ڈال سکتا تو وہ کسی کا عہد نہیں ہے کہ اُس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اس کا کوئی معبود نہیں ہے۔ لہٰذا اُسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ کسی کے آگے جھکے۔ اُس سے مرادیں مانگے۔ اس کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرے۔ ہر وہ عمل جس سے کسی دوسرے انسان کو نقصان نہ پہنچے، انسان اُسے اپنے لیے بہتر سمجھے یا باہمی رضامندی سے کیا جائے تو وہ جائز اور صحیح ہے۔ کوئی اور طاقت اُسے غلط قرار نہیں دے سکتی۔ ہاں اگر معاشرہ، ریاست، پارلیمنٹ کسی کام کو غلط قرار دے تو اُسے غلط تصور کیا جائے گا۔

تصور کائنات:

مغربی تصور کائنات تین بنیادوں پر قائم ہے:

(1) انسانی ضروریات کا اصل محرک معاشی ضروریات ہیں۔ مادی ترقی ہی زندگی کا اولین مقصد ہے۔ اور یہی کامیابی کا پیمانہ ہے۔ معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سرمائے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو ہر وہ کام جس سے زیادہ سے زیادہ سرمایہ حاصل ہو۔ اُسے کرنا چاہیے۔

(2) دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ تو ساری جدوجہد کا مقصد دنیا کی بہتری، خوشی اور لذت کا حصول، مال و دولت کی کثرت اور معیار زندگی بلند کرنا ہونا چاہیے۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے۔ موت کے بعد کی شعوری زندگی کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ لہٰذا اسے حقیقت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

---

6 Tack Graossly: Post modern Humanism, new rastle, P:16, Jups Book, unit: 38, Washington, new 380 All 2005, philosophy society.

(3)انسان فطرتاً آزاد ہے اور اپنی زندگی کے متعلقہ اصول وضوابط خود طے کرتا ہے۔ اور مذہب اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ تو کائنات اور اجتماعی معاملات میں کسی مافوق الفطرت ہستی کی کوئی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

پروفیسر خورشید لکھتے ہیں:

"مغرب میں جتنی بھی تحریکات برپا ہوئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی جو بھی نیا نقطہ نظر ابھرا ہے۔ اس میں آخرت کو اساس بنانے کی بجائے صرف اس دنیا کے سود وزیاں کو بنیاد بنانے کا رویہ تھا۔ نئی اقدار مرکز و محور حب دنیا حصول منفعت، لذت پسندی اور مادہ پرستی قرار پائی۔"7

یہ وہ بنیادی افکار ہیں جس پر مغربی تہذیب کی عمارت قائم کی گئی۔ اس تہذیب کے تمام اداروں (معاشرتی، سیاسی معاشی اور مذہبی) کے پیچھے یہی فلسفہ کار فرما ہے، اور اسی فکر کی روشنی میں اپنے امور انجام دے رہے ہیں۔ اس تہذیب کی بنیادی فکر کے مطابق دنیا کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ لہٰذا انسانی زندگی کا نصب العین دنیوی زندگی کو کامیاب بنانا ہونا چاہیے۔ جس کے لیے معاشی جدوجہد ناگزیر ہے۔ کیونکہ دنیاوی آسائشیں اور لذتیں اس کے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ مغرب کے معاشرتی نظام میں خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ بے حیائی اور فحاشی عام ہے۔ اخلاقی اقدار پامال ہو چکی ہیں۔ چند اچھے اصول بھی طے کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر معاشرہ سختی سے کاربند ہے۔ مثلاً جھوٹ نہ بولنا، قانون کا احترام ملاوٹ نہ کرنا وغیرہ۔ سیاسی نظام میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ معیشت میں حلال وحرام کا کوئی تصور نہیں سود کو حلال قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ سود کی حرمت پر تمام مذاہب متفق ہیں۔ ان عناصر کا جائزہ لینے کے بعد مغربی تہذیب کی واضح تصویر نظر آجاتی ہے۔ جس سے اس تہذیب کا سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آج مغربی تہذیب پوری دنیا پر غالب ہے۔ اور امت مسلمہ کی دینی اور سیاسی فکر پر اس نے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

مسلم دینی وسیاسی فکر عصر حاضر کے تناظر میں

۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو فہم وشعور عطا کیا ہے۔ تاکہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے۔ اور اندھی تقلید سے اجتناب کرے۔ اور دین کی بنیادی فکر تصورات اور تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ اور ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن عصر حاضر میں مسلمان دینی فکر کو سمجھنے کی بجائے غیروں کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی دینی فکر میں درج ذیل لغزشیں اور مسائل موجود ہیں۔

فکری جمود:

اس وقت مسلم معاشرے کا سب سے بڑا المیہ فکری جمود ہے۔ اندھی تقلید معاشرے میں پوری طرح سرائیت کر چکی ہے۔ اور عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھنے اور انہیں اسلامی احکامات کی روشنی میں حل کرنے کے لیے غور وفکر نہیں کی جاتی۔ لہٰذا ہمارے سامنے دو قسم کے مسائل آتے ہیں۔ ایک یہ کہ ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور جو سمجھتے ہیں وہ مغرب کے طریقہ کار اور فکر کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔

خورشید احمد، پروفیسر، سوشلزم یا اسلام، مکتبہ چراغ راہ کراچی، س۔ن، ص:21۔7

سید امیر علی بیان کرتے ہیں:

"کہ صحیح العقیدہ مسلمان صرف اُس کو تصور کیا جاتا ہے۔ جو کسی ایک امام (آئمہ اربعہ سے) کا مقلد ہو، آنحضور ﷺ نے انسانی ذہن کا سب سے اہم کام فکر قرار دیا ہے۔ جبکہ ہمارے فقہاء اور مقلدین اسے بروئے کار لانے کو جرم قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے جو قواعد وضوابط مسلمانوں میں رائج ہیں اَن میں اکثر نصوص قرآنی پر مبنی نہیں۔"8

فرقہ واریت:

مسلم دینی فکر کی موجودہ صورتحال کا اندازہ مسلم فرقہ واریت کی بڑھتی ہوئی لہر سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو انفرادی سطح سے مساجد اور مدارس تک اور اب عالمی سطح پر پھیل چکی ہے۔ جس کی بڑی مثال ایران اور سعودی عرب کی باہمی چپقلش ہے۔ جس کو مغربی عالمی طاقتیں مزید بڑھانے کی کوششیں کر رہی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰـهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا9

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

اگرچہ اختلافِ رائے زندہ معاشروں کی دلیل ہوتے ہیں۔ لیکن جب اپنی رائے کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو عدم برداشت اور مزاحمت جیسے رویوں نے جنم لینا شروع کر دیا۔ مذہبی ادارے مخصوص عقائد و نظریات اور اپنے اپنے مسلک کے فروغ میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل مذہب سے بیزار ہو رہی ہے

دینی مدارس پر انتہاپسندی کے الزامات:

عصر حاضر میں دینی مدارس میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ صحیح اسلامی روح کو اجاگر کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ مگر اس کے باوجود دینی مدارس مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے مغرب دینی مدارس پر انتہاپسندی اور دہشت گردی کے الزامات لگاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مدارس صحیح طریقے سے کام کرنے سے قاصر ہیں۔ اور امت مسلمہ مایوسی اور پریشانی کا شکار ہے سابق امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے کانگریس کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"دنیا کے اکثر اسلامی ممالک کے دینی مدارس انتہاپسندوں اور دہشت گردوں کا ٹھکانہ بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ کو اس بارے میں بڑی تشویش ہے۔ ان مدارس میں دی جانے والی تعلیم کی بنیادی فکر کو تبدیل کرنا اشد ضروری ہے۔"10

---

8 امیر علی، سید، سپرٹ آف اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:306-307

9 ال عمران 3: 103

10 روزنامہ انصاف، 12 مارچ 2004ء

ڈاکٹر جیسکا سٹرن پاکستان میں سیکولر تعلیم کو عام کرنے کے لیے لکھتی ہیں کہ:

The most important contribution the United State can make then, is to help strengthen Pakistan's Secular Education System." 11

"اس وقت امریکہ کا سب سے اہم کردار پاکستان میں سیکولر نظام تعلیم کو مضبوط بنانے میں مدد کرنا ہے۔"

اس پروپیگنڈے کے مسلمانوں کی دینی فکر پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ نوجوانوں میں خاص طور پر اسلامی سوچ کی جگہ سیکولرزم کی فکر غالب آچکی ہے۔ مذہب سے بیزاری کا رجحان عام ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے مغربی فکر و تہذیب بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ مسلمان اسلامی تہذیب کو اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں جبکہ مغربی کلچر میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دینی فکر کو بیدار کرنے کے حق میں جو آوازیں اٹھتی ہیں ان کو مختلف ہتھکنڈوں سے دبا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس وقت مسلم دینی فکر کو بہت سے خطرات لاحق ہیں۔

مسلم دینی فکر پر نظریہ الحاد کے اثرات:

مسلم معاشروں کو اس وقت سب سے بڑا فکری چیلنج نظریہ الحاد کے بڑھتے ہوئے اثرات ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی دینی فکر میں بہت سی تبدیلیاں آرہی ہیں۔ اور لوگ دین سے دور ہوتے جارہے ہیں مریم ویبسٹر ڈکشنری میں ملحد کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

"The belief that there is no God." 12

"اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ کوئی خدا موجود نہیں"

مسلم معاشرے پر اثرات کے حوالے سے سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

"خدا کے انکار کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ انسان اپنے بارے میں ایک حیوان کی مانند سوچنے لگا۔ حیوان صرف طبعی تقاضے رکھتا ہے اور صرف اُن کی تکمیل کی کوشش کرتا ہے۔ وقتی لذت اُس کا مطمع نظر ہوتی ہے۔ فوری خطرات کے علاوہ دوسرا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے کوئی روحانی مقاصد نہیں ہوتے۔" 13

عصر حاضر میں الحاد کے اثرات مسلمانوں کی دینی فکر پر بھی بڑی تیزی سے ہو رہے ہیں۔ کیونکہ لبرل ازم، سیکولرزم اور عقل پرستی جیسے نظریات نے تشکیک پسندی کو جنم دیا۔ اور لوگ اسلام کے بارے میں مختلف سوالات اٹھانے لگے۔ اور آج سیاست، معاشرت، معیشت، اخلاقیات زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں۔ جہاں الحاد کے اثرات موجود نہ ہوں۔ کیونکہ جب بنیادی فکر میں تبدیلی آتی ہے یا کمزوری آتی ہے۔ تو نظریات بھی بدل جاتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو فکری میدان میں نظریہ الحاد بہت بڑا چیلنج ہے۔ لہٰذا اپنے عقائد کو بچانے اور نئی نسل تک دین صحیح فہم میں پہنچانے اور دینی فکر کو اجاگر کرنے کے لیے الحاد کا مقابلہ کرنا اشد ضروری ہے۔

---

11 Dr. Jassica Stern, Pakistan's Jihad Culture, Candi School Harward University Nov/Dec 2000 A-D

12 Webster Comprehensive Dictionary, Chicago: Ferguson Publishing Company, 2000, P:91

13 سید جلال الدین عمری، "انکار خدا کے نتائج، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، 2: 3، 1984ء، ص:7

دین کی صحیح فکر سمجھنے میں مغالطہ:

عصر حاضر کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں دین کا صحیح تصور پیش نہیں کیا جارہا ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ اسلام ایک جامع دین ہے۔ اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً [14]

"اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام صرف چند مذہبی رسومات ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے۔ چاہے وہ نظام معاشرت ہو یا معیشت و سیاست۔ جبکہ مسلم معاشروں میں اس وقت مغربی تہذیب کی طرح اجتماعی معاملات میں اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں، اسلام کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے۔ اُس میں صرف عبادات کی ادائیگی پر زور دیا جاتا ہے۔ داڑھی، پگڑی، تسبیح، ذکر، نوافل کی کثرت تقویٰ کی علامات سمجھی جاتی ہیں۔ دینی مدارس میں جو نصاب ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ بطور نظام زندگی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عصر حاضر میں دین کی بنیادی فکر:

دین کی بنیادی فکر میں وہ بنیادی عقائد ہیں جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

سورہ فاتحہ میں ارشاد ہے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ [15]

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں"

جبکہ دور حاضر میں مسلم معاشرے الحاد پرستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ مغرب کے ہیومنزم اور سیکولرزم سے متاثر لوگ مذہب کو انسان کا انفرادی معاملہ قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں عملی طور پر الہٰی احکامات کا عمل دخل کم ہی نظر آتا ہے۔ اگرچہ زبانی اس بات کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر عقیدہ رسالت کی بات کی جائے تو قرآن تو کہتا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [16]

"تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔"

---

[14] البقرہ 2: 208

[15] الفاتحہ 1: 5

[16] الاحزاب 33: 21

لیکن عملی زندگی میں آج کل رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانے کی بجائے مغربی تہذیب کو اپنانے میں فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ زندگیوں کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کے لیے کسی بھی مسلم معاشرے میں کوئی عملی اقدامات نظر نہیں آتے۔ موجودہ دور میں لوگوں کی زندگیاں عقیدہ آخرت سے نابلد نظر آتی ہیں۔ لہٰذا اگر ہم مسلم دینی فکر کو عصر حاضر کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اعلانیہ طور پر تو دینی فکر کا انکار تو نہیں کرتے۔ بلکہ اسلام سے محبت کے دعوے بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ مغرب خاص طور پر فرانس اور ڈنمارک میں آئے روز آنحضور ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنا کر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے۔ اور ان کی ایمانی کیفیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ لیکن مسلمان غم و غصہ کا مظاہرہ کر کے اپنی ایمانی طاقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ مغرب کو ایسی غلیظ حرکت کرنے کی جرأت کیوں ہوتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ عملی طور پر کوئی اقدام اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ کیونکہ عملی زندگی میں وہ مغربی فکر کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لیے فکری تحریک کا آغاز کیا جائے۔

عصر حاضر میں مسلم سیاسی فکر:

مغرب میں فکری تبدیلی کے اثرات بتدریج پوری دنیا میں منتقل ہوگئے اور اب نہ صرف غیر مسلم بلکہ اکثر مسلم ریاستیں مغرب کی سیاسی فکر کو نہ صرف پسند کرتی ہیں۔ بلکہ مغرب کا پیش کردہ سیاسی نظام کو رائج کر دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں انسانی تمدن ایک مشینی معاشرے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور ریاست ایک تکنیکی ادارہ بن گئی ہے۔ اور اس جدید نظام کا نام جمہوریت رکھا گیا ہے۔ جو ایک آفاقی مذہب کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جس کا آغاز تو مغربی معاشروں میں ہوا لیکن اب مسلم معاشرے پوری طرح اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں،

جدید سیاسی فکر اور مسلم معاشرے:

عصر حاضر میں مسلم سیاسی فکر جدید نظام سیاست سے متاثر نظر آتی ہے۔ اس میں سب سے اہم جمہوریت ہے جمہوریت ایک جدید سیاسی فکر ہے۔ جسے مسلمانوں نے بھی اپنالیا ہے۔ جبکہ اسلام اکثریت کی حکمرانی کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ اکثریت کی سوچ کو تمدن کا اصول بنانے سے منع کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ 17

"اگر آپ زمین میں اکثریت کی بات مانیں گے تو یہ آپ ﷺ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ یہ تو محض گمان اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسانوں کی خواہشات پر نظام چلایا جائے تو قومیں تخریب کاری کا شکار ہو جاتی ہیں۔

۔ اکثر مسلم ریاستیں مثلاً پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیاء، ملائیشیا، مالدیپ، ترکی، افغانستان، ایران، عراق وغیرہ جہاں عوام کی اکثریت کے ووٹ سے حکومتیں بنائی اور گرائی جاتی ہیں۔

---

17 الانعام 4: 116

سیاست اور مذہب

عصر حاضر میں مسلم معاشرے میں یہ بحث بڑی شدومد سے کی جاتی ہے کہ مذہب کا سیاست میں کیا کردار ہونا چاہیے۔ مغرب سے مرعوب افراد اس فکر کو پروان چڑھانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ سیاست میں مذہب کا کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے۔

مغربی مفکر وڈ لکھتا ہے:

"The Impact of religion on Political life has progressively been restricted be the spread of liberal culture and ideas." 18

"سیاسی زندگی پر مذہب کے اثرات کو لبرل ثقافت اور نظریات کے پھیلنے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے۔"

مسلم معاشروں میں عملاً ایسی ہی صورتحال ہے۔ مسلم سیاسی فکر اب اسلامی اصولوں کے مطابق نہ رہی ہے۔

اقتدار اعلیٰ:

جدید سیاسی فکر کے مطابق ریاست ایک ایسا ادارہ ہے جسے انسان نے خود تخلیق کیا۔ اس لیے ریاست پر حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ انسان ہی کو حاصل ہے۔ کیونکہ عوام معاہدہ عمرانی کے تحت اختیارات حکومت کے سپرد کرتے ہیں۔ اور حکومت عوام کی مرضی سے اختیارات کا استعمال کرتی ہے۔ اسی اختیار کا نام اقتدار اعلیٰ کہلایا۔ اس تصور کے پیچھے ہیومنزم یعنی انسان پرستی کا نظریہ ہے۔

ایک مغربی مفکر ایڈورڈ بیان کرتا ہے:

"For the renaissance, on the other hand, man is more important than God, and Man's relations to his followers were important than this soul's relation to the duty." 19

"نشاۃ ثانیہ کی تحریک سے انسان کو خدا کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی اور انسان کے اپنے ہم جنسوں سے تعلقات زیادہ اہم ہو گئے۔ خدا کے ساتھ روحانی تعلق کے"

اسی فلسفے سے جمہوریت آئی۔ جس میں اقتدار اعلیٰ کے مالک عوام کو بنایا گیا۔ اور ریاست کا کام عوام کے حق اقتدار کو عملی شکل دینا قرار پایا۔ جبکہ اسلام کے مطابق

---

18 Heywood, Political Ideologies London, 1998, P:295

19 Edward Mcheesey, Masters of political thought, London 1947, P:27

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ۔20

"کہہ دو اے اللہ تو ہی اقتدار کا مالک ہے۔ تو جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔"

قانون سازی:

اسلامی ریاست میں قانون سازی کے لیے قرآن وسنت سے رہنمائی لینا لازمی ہے۔ کوئی قانون اس کے خلاف نہیں بن سکتا۔ لیکن انیسویں صدی میں جب مغربی استعماری طاقتوں نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ تو انھوں نے اپنے زیر نگیں علاقوں میں قانونی اور عدالتی نظام کی تشکیلِ نو کی۔ اسلامی ممالک میں جہاں فقہا قانون سازی کرتے تھے۔ وہاں ریاست کی زیر نگرانی قانون ساز اداروں کی تشکیل کر کے قانون بنانے اور نافذ کرنے کے لیے ان سے منظوری حاصل لازمی قرار پایا۔

ابو الحسن ندوی بیان کرتے ہیں:

"مسلم حکمرانوں کو ریاست کے مختلف شعبوں کے مسائل کے حل کے لیے اسلامی فقہی قانون ناکافی معلوم ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ علماء نے اجتہاد سے کام لینا چھوڑ دیا تھا۔ جس سے مسلم ممالک میں مغربی سیکولر قوانین کی ترویج شروع ہو گئی۔"21

اجتہاد:

اسلام نے باضابطہ کوئی سیاسی نظام پیش نہیں کیا۔ بلکہ کچھ آفاقی اور دائمی اصول فراہم کیے ہیں۔ جن کی روشنی میں ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق سیاسی نظام وضع کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں اجتہاد سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ مصطفیٰ الزرقا فرماتے ہیں:

"پانچویں صدی میں مسالک اربعہ کو ماننے والوں نے اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا فتویٰ دے دیا اور اجتہاد کے لیے کڑی شرائط رکھ دیں۔"22

سید ابو الحسن ندوی بیان کرتے ہیں کہ:

"ایسا جمود طاری تھا کہ فقہا اپنے فقہی مسلک کے دائرہ سے باہر نکلنا جرم سمجھتے تھے، کوئی بھی عالم نئے مسائل کے استنباط کی کوشش نہ کرتا۔ کیونکہ قدیم فقہی ذخیرہ میں اضافہ ناممکن سمجھا جانے لگا۔"23

اس کے بعد انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی میں ایسے مفکرین آئے جنہوں نے تقلید کے رجحان کو مسترد کر دیا۔ ان میں سر سید احمد خان،(98-1817ء) مفتی محمد عبدہ(1905ء-1849ء) علامہ محمد اقبال 1938ء-1877ء اور ابو الاعلیٰ مودودی نے سیاسی معاملات میں نئے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ سر سید احمد خان تقلید کے سخت مخالف تھے۔ سر سید کے مطابق:

---

20 آل عمران 3: 26

21 ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1983ء، ص:249

22 مصطفیٰ احمد زرقا، المدخل الفقہی العام، دار الفکر، دمشق، 1967ء، ج:1، ص:176

23 سید ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1983ء، ج:2، ص:63

"رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کی تقلید واجب نہیں۔اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کا قول حجت نہیں۔۔اور جو کسی کو ایسا خیال کرے وہ مشرک فی النبوت ہے۔"24

مفتی محمد عبدہ نے معاشی، سیاسی و عائلی و قانونی مسائل میں جدت پسندانہ مؤقف اختیار کیا۔وہ چاہتے تھے کہ اسلام کے قانون میں اتنی گنجائش پیدا کی جائے کہ جدید مغربی افکار و اقدار کو اپنایا جاسکے۔مولانا مودودی نے اسلام کا سیاسی نظام اس طرح وضع کیا کہ جمہوریت کو اسلامی اصولوں پر ڈھال کر اسلامی جمہوریت قائم کی جائے۔ایک طرح سے انہوں نے مغرب کی سیاسی فکر میں کچھ تبدیلی کر کے قبول کر لیا اب تقریباً تمام مسلم معاشروں میں قدیم اسلامی فکر کی بجائے جدید سیاسی فکر کو اپنایا جارہا ہے۔اس کی بڑی وجہ اجتہاد کا فقدان ہے۔

جدیدیت کے مسلم معاشرے پر سیاسی اثرات:

جدیدیت ایک مغربی اصطلاح ہیں۔جسے روشن خیالی بھی کہا جاسکتا ہے۔جدیدیت کی تعریف مغربی نظریے کے مطابق

“The Englightenment–humanist regection of tradition and authority in favour of reason and natural science. This is founded upon the assumption of the autonomous individual as the role source of meaning and truth the cartesian cogito.”25

"روشن خیالی کی طرف اقدار اور اختیارات کا عقل اور طبعی سائنس کے حق میں انکار۔کہ خود مختار انسان معنی اور سچائی کا واحد سرچشمہ ہے۔"

---

24 منشی فضل الدین، (مرتب) تہذیب الاخلاق، مصطفائی پریس، لاہور 1895ء، ج:2، ص:334

25 Elab. Eserver. Org./hf10242.html

نتائج البحث:

مسلم معاشرے میں جب یورپ نے مساوات اور تصور حریت کو عام کیا تو مسلمانوں کا سیاسی ڈھانچہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ مسلم ممالک کی حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جو مغربی فکر سے مرعوب تھے۔ اور اسی فکر کو انہوں نے اپنے اپنے ممالک میں نافذ بھی کیا۔ کیونکہ اس کام کے لیے انہیں مراعات دی گئیں تھیں۔ لہذا کبھی سوشلزم اور کبھی جمہوریت کے فلسفے کو عام کرکے اسلام کی سیاسی فکر کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ قومیت کا تصور پیش کرکے اسلام کے تصور عالمگیریت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو قومیت کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا۔ المختصر عصر حاضر میں اسلام نے جس سیاسی فکر کو پیش کیا تھا۔ اب اسلامی معاشرے اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ صرف برائے نام مسلمان ہیں۔ اعمال مغرب کی فکر کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایک ارب سے زائد مسلم آبادی سیاسی طور پر زوال پذیر ہیں۔ اقوام متحدہ میں مسلم ممالک کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اسلام کے اصولوں سے انحراف کر چکے ہیں۔ اور مغربی تہذیب کے پیروکار بن گئے۔ نتیجتاً زوال ان کا مقدر بن چکا ہے۔